جو مسئلہ سمجھ میں نہ آئے وہ کسی مستند و ماہر مفتی سے معلوم کرلیں۔۔ (ابوزبیر)

آپ کے مسائل اور اس کے جوابات (21)

از مفتی محمد صاحب

مضامین:

☆ ربیع الاوّل کی فضیلت سے متعلق ایک من گھڑت روایت
☆ محض ایجنٹ بنانے پر کمیشن دینے والی کمپنیوں کے طریقہ کاروبار کا حکم
☆ گھروں، مسجدوں وغیرہ میں مختلف مواقع پر برقی قمقمے اور جھنڈیاں لگانا
☆ ضربِ مؤمن کے ایک مسئلہ پر اشکال وجواب
☆ افغان جہاد میں لاپتہ مجاہدین کی بیویوں کے دوسرے نکاح کا حکم
☆ میت ہونے پر اجتماعی فنڈ سے کھانے کا بندوبست کرنا
☆ میت کا چہرہ دیکھنے کا حکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ربیع الاوّل کی فضیلت سے متعلق ایک من گھڑت روایت:

سوال: ماہِ ربیع الاوّل میں یہ پیغام موبائل کی زینت بنا رہا کہ ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سب سے پہلے کسی کو ربیع الاوّل کی مبارک باد دی اُس پر جنت واجب ہوگئی۔''

برائے مہربانی وضاحت فرمادیں کہ یہ حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

(محمد احسن زمان۔ وزیرآباد)

جواب: یہ موضوع اور من گھڑت روایت معلوم ہوتی ہے، ایسی بے حوالہ اور بے سروپا روایات نقل کرنا سخت ناجائز اور گناہِ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

اس لیے اگر موبائل وغیرہ میں ایسی روایات موصول ہوں تو ان کو آگے بھیجنے سے احتراز لازم ہے اور اپنے موبائل سے بھی مٹا دینا چاہیے۔

محض ایجنٹ بنانے پر کمیشن دینے والی کمپنیوں کے طریقہ کاروبار کا حکم:

سوال: ایک کاروباری ادارے نے ایک کمپنی بنائی۔ کمپنی نے کچھ چیزیں مختلف قیمتوں کی تیار کیں اور ان کو فروخت کرنے کا طریقہ یہ بتایا کہ کمپنی سے زید ایک گھڑی چھ ہزار روپے کی خریدتا ہے۔ پھر زید اپنے دوستوں کو ترغیب دیتا ہے کہ تم بھی گھڑی خریدو۔ دو دوست اکرم اور ارشد تیار ہوجاتے ہیں۔ پھر اکرم اور ارشد کوشش کرتے ہیں اور ترغیب دیتے ہیں اور وہ بھی دو دو دوست تیار کرلیتے ہیں۔ اسی طرح یہ کڑی چل پڑتی ہے اور لوگ مسلسل کمپنی سے گھڑی خریدتے جاتے ہیں۔

اب کمپنی زید کو کچھ رقم دیتی ہے اور کہتی ہے: تم نے محنت کی یہ اس کا معاوضہ ہے اور اسی طرح جیسے جیسے یہ کڑی بڑھتی جاتی ہے کمپنی ایک خاص معاوضہ دیتی رہتی ہے کہ تمہاری کوشش سے ہماری تجارت کو فروغ ملا۔

دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ زید نے تو صرف دو اشخاص اکرم اور ارشد تیار کیے تھے، اس محنت کا کمیشن تو اُسے مل گیا۔ اب اس کے بعد جو لوگ اکرم اور ارشد نے تیار کیے، زید کو اس پر بھی کمیشن ملا، وہ بعد والا کمیشن جو بالترتیب زید کو ملتا رہے گا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ جائز ہے؟ یا سود کی صورت میں شامل ہو کرنا جائز ہے؟ (محمد طاہر عمر۔ یونیورسٹی آف سرگودھا)

جواب: اس وقت اس طرز پر کام کرنے والی کئی کمپنیاں مختلف ناموں سے کام کر رہی ہیں، ان سب کے طریقۂ کاروبار میں یہ بات مشترک ہے کہ اصل مقصد پروڈکٹ کی خرید وفروخت نہیں ہوتی، بلکہ رجسٹریشن فیس وغیرہ کی صورت میں پیسوں کا لین دین ہوتا ہے، پھر کمپنی کو ملنے والی رقم تو فکس اور یقینی ہوتی ہے، جبکہ کسٹمرز کو رقم ملنے کا یقین نہیں ہوتا۔ اس لیے اس طرح کی اسکیمیں سود اور جوے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں، البتہ اگر کسی نے اس ناجائز طریقہ کے مطابق کمپنی سے کوئی چیز خرید لی ہے تو اس چیز کو وہ آگے بیچ سکتا ہے۔

گھروں، مسجدوں وغیرہ میں مختلف مواقع پر برقی قمقمے اور جھنڈیاں لگانا:

سوال: میرا سوال یہ ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر، عقیقہ کے موقع پر، شبِ برأت، شبِ معراج، رمضان المبارک میں گھروں یا مسجدوں یا بازاروں یا مدرسوں یا گلیوں میں خوبصورتی کی خاطر جھنڈیاں، برقی قمقمے یا رنگ برنگے جھنڈے لگانا مصنوعی نور پیدا کرنے کی خاطر کیا صحیح ہے یا بالکل غلط ہے؟ واضح کریں۔ جب کہ اسلام وسنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وکردارِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمیں بے جا دکھاوے، فضول خرچی اور غیروں کی نقالی سے منع کرتے ہیں۔ (محمد کلیم سجاد۔ میاں چنوں)

جواب: شادی کے سوا سوال میں مذکورہ مواقع پر گھروں، گلیوں یا مسجدوں وغیرہ میں چراغاں کرنے، جھنڈیاں لگانے وغیرہ کی شرعاً کوئی اصل نہیں، یہ فضول خرچی اور اسراف میں داخل ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں، یہ مواقع عبادت کے ہیں، ان میں عبادت کا اہتمام کرنا چاہیے، نہ یہ کہ میلے کا سماں پیدا کرکے وقت ضائع کیا جائے، شبِ معراج میں تو عبادت کی بھی کوئی فضیلت منقول نہیں البتہ شادی کے موقع پر بقدرِ ضرورت اضافی روشنی کا انتظام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اظہارِ مسرت کے لیے ضرورت سے زیادہ روشنیاں کرنے یا قمقمے اور جھنڈیاں لگانے کی بھی اس شرط کے ساتھ گنجائش ہے کہ ان چیزوں کا اہتمام کرنے کے لیے مالی وسعت ہو اور قرض وغیرہ لینے کی نوبت نہ آئے، نیز فخر وریا کاری مقصد نہ ہو، مگر شریعت کی نظر میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور برکت والی شادی وہ ہے جو اس طرح کے تکلفات واخراجات سے بالکل پاک ہو۔

ضربِ مؤمن کے ایک مسئلہ پر اشکال وجواب:

سوال: 30 ربیع الثانی تا 06 جمادی الاولیٰ کے ''ضربِ مؤمن'' میں ایک سوال بعنوان ''کھانے سے ساتھیوں سے پہلے اُٹھ جانا'' شائع ہوا، جس میں دریافت کیا گیا کہ چند لوگ مل کر کھانا کھا رہے ہوں اور ان میں سے بعض آدمی جلد فارغ ہو جائیں تو بعض لوگوں کے مطابق سنت یہ ہے کہ فارغ ہو جانے والے افراد جلدی نہ اُٹھیں، بلکہ دوسروں کی فراغت تک ان کے ساتھ بیٹھے رہیں۔ کیا یہ بات درست ہے؟ اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں ملی۔

اس حوالہ سے اطلاعاً عرض ہے کہ ایک حدیث (جس کا حوالہ آگے آرہا ہے) میں بتصریح اس کی تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے، لہٰذا اس کے سنت ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا، البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ سائل نے تو ''بیٹھے رہنے'' کی سنیت کا سوال کیا ہے جبکہ حدیثِ مبارک میں اس سے بھی دو قدم آگے یعنی ''ساتھ بیٹھ کر کچھ نہ کچھ کھاتے رہنے'' کا حکم فرمایا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

”عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا وضعت المائدة فلا يقوم رجل حتى ترفع المائدة، ولا يرفع يده وإن شبع حتى يفرغ القوم، وليعذر، فإن ذلك يخجل جليسه فيقبض يده، وعسى أن يكون له في الطعام حاجة.“ (سنن ابن ماجه: ۲/ ۲۳۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ شریف (2/ 370 قدیمی کتب خانہ کراچی) میں اس کی نسبت امام بیہقی کی شعب الایمان کی طرف بھی کی گئی ہے۔

اس حکم کے پس منظر میں کارفرما حکمت جو حدیثِ مبارک ہی میں بالفاظ ”فإن ذلك يخجل جليسه فيقبض ......“ بیان کردی گئی ہے، بہت ہی فطری اور بدیہی ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ چند لوگ اگر کھانے سے جلدی فارغ ہو جائیں تو دوسرے ساتھی جو ابھی کھانے میں مشغول ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے خفت سی محسوس کرتے ہیں اور باوجود حاجت کے جلدی جلدی فارغ ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے فرض کریں کہ اگر حدیث میں بطورِ خاص اس امر کی تعلیم نہ بھی دی جاتی تو فی الجملہ اخلاقیات کے دائرہ میں شامل ہونے کی وجہ سے یہ عمل خود بخود مستحسن اور اخلاقِ کریمہ کی مجمل اسلامی تعلیمات وفضائل میں داخل ہو جاتا۔ شاید آنجناب کی نظر اس نکتہ کی طرف بھی نہیں گئی، ورنہ ردالمحتار کے ایک جزئیہ کی بنیاد پر اس کے استحباب پر آپ نے جو پر تکلف استدلال فرمایا ہے، اس کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔

اُمید ہے کہ اس عرض داشت کو قابل توجہ سمجھتے ہوئے آپ اپنے کالم میں اس حوالہ سے وضاحت شائع فرما دیں گے۔ دل سے دعاء ہے کہ اللہ جل شانہٗ آپ کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائیں۔ (مفتی محمد عبداللہ شارق ۔ رئیس مرکز احیاء التراث، ملتان)

جواب: روایت کی طرف رہنمائی فرمانے کا شکریہ، گو یہ روایت ضعیف ہے، اس کے سلسلہ سند میں ایک راوی عبدالاعلی بن اعین ہیں، جن کے بارہ میں امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ قابل اعتماد نہیں ہیں، ابن

حبان کا قول ہے کہ ان سے استدلال جائز نہیں اور ابونعیم فرماتے ہیں کہ انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے منکر روایتیں نقل کی ہیں۔حوالے ملاحظہ ہوں:

١ ـ أطراف الغرائب والأفراد. (٤٠١/٣):

حديث: إذا وضعتم المائدة فليأكل الرجل مما يليه ...... الخ

تفرد به عبد الأعلى بن اعين عن يحيى بن أبى كثير عن عروة ...... وقال البوصيرى في الزوائد ١٤/٤: في إسناده عبدالأعلى بن أعين، وهو ضعيف. قال الألبانى: بل ضعيف جدًا، قال ابو نعيم: ”روى عن يحيىٰ بن ابى كثير المناكير“ قلت: وهذه منها۔

٢ ـ وقال ابن حبان: لا يجوز الاحتجاج به مجمع الزوائد ٣٨٤/١٠.

٣ ـ العلل المتناهية ٨٢٣/٢:

قال المؤلف هذا حديث لا يصح، قال ابن حبان عبد الأعلى يروي عن يحيى بن أبي كثير ما ليس من حديثه، لا يجوز الاحتجاج به بحال وقال الدار قطني ليس بثقة.

٤ ـ كتاب معرفة التذكرة لابن طاهر المقدسى ٩٧/١:

إذا وضعت المائدة فليأكل الرجل مما يليه فيه عبد الأعلى بن أعين يروي عن يحيى ما ليس من حديث فبطل.

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ضعیف روایت سے سنیت کا ثبوت نہیں ہوسکتا، اس بناء پر یہ دعویٰ فرمانا تو درست نہیں کہ ”اس روایت کی وجہ سے اس عمل کے سنت ہونے میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا۔“ ہاں اس روایت سے اس عمل کی فضیلت بمعنی استحباب کی تائید ضرور ہوتی ہے، جیسا کہ ہمارے سابقہ فتویٰ میں یہی حکم مذکور ہے، کیونکہ فضائل میں نقل ضروری ہے اور نقل میں نقل ضعیف بھی کافی سمجھی جاتی ہے۔ وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ اسے سنت نہ سمجھا جائے۔

افغان جہاد میں لاپتہ مجاہدین کی بیویوں کے دوسرے نکاح کا حکم:

سوال: 2002ء میں مالاکنڈ ڈویژن سے جو لوگ افغانستان جہاد کرنے کی غرض سے گئے تھے اُن میں سے کچھ لوگ واپس اپنے گھروں کو پہنچ گئے، لیکن کچھ لوگ ایسے تھے جو مفقود الخبر تھے۔ خاوندوں کی زندگی کی اُمید ختم ہونے کی وجہ سے کچھ عورتوں نے دوسرا نکاح کرلیا اور ان سے اولاد بھی ہوئی، پھر سابقہ شوہر واپس لوٹ آیا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ شوہر لوٹ آنے کی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے جبکہ شوہر ثانی سے بیوی کی اولاد بھی ہو چکی ہو؟ (ابو عمر۔ دیر)

جواب: مفقود الخبر شخص کی بیوی اپنے شوہر کے نکاح سے اس طریقہ سے نکل سکتی ہے کہ مسلمان قاضی یا اہلِ علم پر مشتمل تین افراد کی جماعت کے سامنے درخواست پیش کرے، عدالت یا ایسی جماعت اپنے طور پر اس کے شوہر کو تلاش کروائے جب عدالت یا پنچایت کو بھی نا اُمیدی ہو جائے تو عورت کو چار سال یا خاص حالات میں ایک سال کی مہلت دینے کے بعد اس کے لاپتہ شوہر کی موت کا فیصلہ کردے۔ پنچایت یا عدالت کے ایسے فیصلے کے بعد عدت گزار کر عورت کے لیے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہوتا ہے اور نکاح کے بعد اگر پہلا شوہر لوٹ آئے تو حضراتِ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں عورت کے لیے تجدید نکاح کے بغیر پہلے شوہر کے نکاح میں ہی رہنا ضروری ہوتا ہے، البتہ دوسرے شوہر سے اس کی اولاد شرعاً ثابت النسب سمجھی جاتی ہے۔

مسئولہ صورت میں اگر ان خواتین نے ایسے کسی شرعی فیصلہ کے بغیر دوسری جگہ نکاح کیے ہیں تو ان کے یہ نکاح شرعاً ناجائز اور غیر معتبر ہیں، ایسی صورت میں پہلا شوہر آیا ہو یا نہیں بہرحال ان خواتین کے لیے اپنے دوسرے نکاح کو باطل سمجھ کر اس سے الگ ہونا ضروری ہے اور اگر پہلا شوہر آ گیا ہو تو تجدید نکاح کے بغیر اس کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں پہلا نکاح شرعاً برقرار ہونے کی وجہ سے بچے پہلے شوہر سے ہی ثابت النسب ہوں گے۔ لما فی الحدیث: "الولد للفراش وللعاهر الحجر."

میت ہونے پر اجتماعی فنڈ سے کھانے کا بندوبست کرنا:

سوال: کہیں میت ہو جائے تو محلے والے چندہ اکٹھا کرتے ہیں تاکہ جملہ رقم سے میت کے ورثاء کے لیے کھانے کا بندوبست کیا جا سکے۔ ان لوگوں میں ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کی مالی طاقت نہیں ہوتی مگر اہل محلّہ کے طعن اور معاشرہ میں شرم وحیا سے بچنے کی خاطر قرض لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے، ان کی یہ مجبوری بھی ہوتی ہے کہ اگر وہ محلّہ والوں کے ساتھ یہ تعاون نہ کریں تو انہیں یہ ڈر ہوتا ہے کہ آئندہ ہمارے گھر میں میت ہونے پر لوگ ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے، یعنی ہمارے مہمانوں کے لیے کھانے کا بندوبست نہیں کریں گے۔ الغرض محلے والوں کے لیے خواہ غریب ہوں یا مالدار بلا امتیاز چندہ میں شرکت کرنی پڑتی ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ آیا شرعاً یہ درست ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ (ابوعمر۔ دیر)

جواب: فوتگی ہونے کی صورت میں دور سے آنے والے مہمانوں کے کھانے وغیرہ کے بندوبست کے طور پر اگر کسی محلّہ والے پہلے سے ایک معلوم رقم جمع رکھیں تو اس شرط کے ساتھ اس کی گنجائش ہے کہ ایسا سب لوگوں کی رضامندی اور طیبِ خاطر کے ساتھ کیا جائے، نادار اور غریب لوگوں کے لیے اگر طے شدہ رقم دینا مشکل ہو تو ان کو مجبور نہ کیا جائے، بلکہ یہ اختیار دیا جائے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق جتنا حصہ ڈال سکتے ہیں اتنا ہی ڈالیں، لہٰذا اگر اس طریق کار میں بعض لوگ رسم و رواج اور مجبوری کی وجہ سے شریک ہوں اور دل سے راضی نہ ہوں جیسا کہ سوال میں ذکر ہے تو ایسی صورت میں اس طرح جبری طور پر لوگوں سے فنڈ جمع کرنا جائز نہیں۔

فی الحدیث قال النبي صلی اللّٰه علیه وسلم : ”لا یحلّ مال امرئ مسلم الّا بطیب نفسٍ منه.“

میت کا چہرہ دیکھنے کا حکم:

سوال: جنازہ کے اختتام کے بعد لوگ میت کا چہرہ کھول کر دیکھتے ہیں، اس وقت لوگوں کے ہجوم میں میت

کا چہرہ دیکھنے کے لئے ہر شخص اتنا زور لگاتا ہے کہ کمزور اور حیادار انسان پہنچ بھی نہیں سکتا۔ ہم نے کئی دفعہ اس سے منع بھی کیا ہے مگر چونکہ عرصہ دراز سے یہ عمل ہوتا چلا آیا ہے اس لیے لوگ اس سے باز نہیں آتے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ (ابوعمر۔ دیر)

جواب: میت کا منہ دکھانے کی رسم میں کئی مفاسد پائے جاتے ہیں، ایک تو اس کا اس قدر اہتمام ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے تدفین میں تاخیر کی جاتی ہے، بعض اوقات کسی عزیز کے انتظار میں کئی کئی گھنٹے تک میت کو دفن نہیں کیا جاتا، دوسرے اس کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اگر میت کے چہرہ میں تغیر آ گیا ہو تو بھی لوگوں کو اس کا چہرہ دکھانے سے احتراز نہیں کیا جاتا حالانکہ حدیث شریف میں مردے کے عیوب لوگوں پر ظاہر کرنے سے ممانعت آئی ہے۔ نیز نامحرم خواتین اس مقصد کے لیے گھر سے نکلتی ہیں اور پردہ کا اہتمام نہیں کرتیں۔ اس لیے ان مفاسد کے ساتھ میت کا چہرہ دیکھنا دکھانا جائز نہیں، البتہ اگر میت کے چہرے وغیرہ میں کوئی عیب ظاہر نہ ہو اور چہرہ دیکھنے کے لیے جنازہ و تدفین میں تاخیر بھی نہ کی جائے تو جب تک جنازہ و تدفین کا انتظام مکمل نہ ہو اُس وقت تک میت کا چہرہ دیکھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]